ذاتِ نبوتؐ پراعتراضات کا جائزہ

پروفیسر عبدالحمید صدیقیؒ

بنو ہاشم پر ناجائز دباؤ اور نبی پاک ﷺ کے صحابہ کرام کی تعذیب کے علاوہ مخالفین اسلام حضور ﷺ کے اس دعوے پر بھی شدید تنقید کرتے تھے کہ آپؐ پر خدا کی طرف سے وحی نازل ہوتی ہے۔ حقیقت میں وہ تنزیل کے تصور ہی کے خلاف تھے۔ اس سلسلے میں وہ چار پہلوؤں پر تنقید کرتے تھے۔

اوّل یہ کہ وہ حضور ﷺ کے مذہبی تجربہ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے وحی پر مبنی نہ سمجھتے تھے اور اس طرح آپ کو ذہنی طور پر پریشان کرنے پر کمربستہ تھے۔

دوم یہ کہ آپؐ کے مخالفین کسی صورت میں بھی یہ ماننے پر آمادہ نہ تھے کہ انسان جسے مافوقیت کا بھی دعویٰ نہیں، کسی صورت پیغمبر ہو سکتا ہے۔

سوم یہ کہ اگر کسی انسان کو یہ بلند مرتبہ حاصل ہونا ہی تھا تو کئی دوسرے اشخاص موجود تھے جو کہ حضورؐ سے زیادہ دولت منداور بااثر تھے۔ چنانچہ مخالفین اسلام یہ دلیل دیتے تھے کہ کیا یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ خدا نے ان سب کو یکسر نظر انداز کر کے ایک بے کس قریشی یتیم کو نبوت سے سرفراز فرما دیا ہو۔

آخر میں یہ کہ محمد ﷺ کے پاس نہ تو کوئی غیر معمولی اور نہ ہی کوئی ڈرامائی خصوصیت تھی جس سے وہ نبوت کے دعویٰ کو ثابت کر سکتے۔

جدید وقدیم ناقدین

محمد ﷺ پر عام الزام یہ تھا کہ آپؐ ''جن'' کی قوت کے حامل ایک 'مجنون' تھے۔ مزید تہمت یہ تھی کہ آپؐ کاہن یا نجومی یا جادوگر اور سب سے بڑھ کر یہ کہ آپؐ شاعر تھے۔

☆ مترجم، محمد اقبال شائق

یہاں یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ اہلِ مکہ جو عام الزامات حضورﷺ پر لگاتے تھے وہ کم وبیش الفاظ کے ہیر پھیر سے آج بھی دہرائے جاتے ہیں۔آج کے ان بہتان تراشوں میں سے پروفیسر میکڈانلڈ کا نام سرفہرست پیش کیا جاسکتا ہے۔اس دریدہ ذہن پروفیسر نے حضورﷺ کی نبوت کو صرع (مرگی کی بیماری) اور خلل دماغ کی کیفیت کا مظہر ثابت کرنے کی ناکام سعی کی ہے۔لیکن یہ امر حیران کن ہے کہ وہ بیک وقت حضورﷺ کی غیر معمولی ذہانت اور اختراعی نبوت رکھنے والا انسان بھی قرار دیتا ہے۔ چنانچہ میکڈانلڈ اپنے متضاد خیالات کی بنا پر اپنی اس دریدہ ذہنی کو ثابت کرنے میں ناکام رہا ہے۔مختصر یہ کہ ان تمام الزامات کا محور صرف ایک الزام تھا کہ محمدﷺ عرب کے ایک قدامت پرست شاعر تھے جو کہ ابھی اپنی شاعرانہ مہارت سے پوری طرح فیض یاب نہ ہوئے تھے اور اس لیے انہوں نے اپنی تمام تر توجہ شاعری کی پیغمبرانہ صنف کی طرف مبذول رکھی اور یہ کہ انہوں نے عیسائیت اور یہودیت کے نظریات کو گڈمڈ کر کے ایسا مواد حاصل کیا جس کو اپنی نبوت کے ثبوت کے طور پر استعمال کرسکیں۔

پروفیسر میکڈانلڈ کا یہ نظریہ کہ آپؐ ایک شاعر تھے۔میور کے نظریہ سے قدرے مختلف ہے۔ جس کا دعویٰ یہ ہے کہ فوق الفطرت اثر جس کا کہ پیغمبر عرب پر اثر تھا ممکن ہے کہ وہ شیطان اور اس کے چیلوں سے حاصل ہوا ہو۔تاہم جس جذبہ سے محمدﷺ کا شاعرانہ شعور بیدار ہوا وہ قطعاً ایسا نہ تھا۔ میکڈانلڈ کا دعویٰ یہ ہے کہ عرب کے ایک شاعر ''جن'' کی طرح جس پر کہ ''جنّی'' کا اثر تھا اور جس سے مغلوب ہو کر اس نے اشعار کہے، اسی طرح محمدﷺ کا ساتھی ''قارن'' تھا جو کہ آپ کے روحانی فیض کا ذریعہ بنا۔محمدﷺ کسی صورت بھی مطلقاً نبی نہ تھے اور یہ کہ اہلِ یہود کے انبیاء جیسی صفات آپ میں ناپید تھیں۔

الزامات کی تردید

پروفیسر میکڈانلڈ کے متذکرہ بالا خیالات پڑھنے سے یہ امر روزِ روشن کی طرح واضح ہوجاتا ہے کہ عرصہ دراز گزرنے کے بعد ان الزامات کی نوعیت میں سرِ مو فرق رونما نہیں ہوا۔اسلام کے جدید ناقدین اہل مکہ کی طرح دعویٰ کرتے ہیں کہ حضورﷺ جس چیز کے الہامی ہونے یا اللہ تعالیٰ کے کلام

ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں وہ آپ کے دماغی انتشار کے اظہار اور شاعرانہ ترنگ یا جنوں کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔

قرآن پاک نے اس الزام کی پُر زور تردید کی ہے اور بیان کیا ہے کہ حضور ﷺ کے فرمان اللہ تعالیٰ کے ارشادات وحی ہیں اور ان کی نوعیت ان لوگوں کے لیے چیلنج کی حیثیت رکھتی ہے جو کہ آپؐ کے پیغمبرانہ اظہار کے سرچشمہ کو جھوٹ پر مبنی خیال کرتے ہیں اور مصلح کی ذہنی کشمکش اور جنونی شاعر کی پُرگوئی تصور کرتے ہیں یا فاتر العقل انسان کی پریشان فکری پر محمول کرتے ہیں۔ قرآن پاک ان الزامات کی پُرزور تردید کرتا ہے، مثال کے طور پر کہ آپؐ شاعر ہیں: ''ہم نے آپ کو شاعری نہیں سکھائی اور نہ ہی یہ آپؐ کے شایانِ شان ہے'' ۔ ایک اور جگہ پر قرآن پاک نے اس امر کی وضاحت کی ہے کہ آپ کو شاعر کہنا کیوں خلافِ عقل ہے۔ ایک شاعر عام طور پر ایک ذہنی طور پر سرگردان انسان ہوتا ہے جو اپنے تخیلات اور جذبات کا اظہار خوب صورت اشعار میں کر دیتا ہے۔ اس کا تعلق صرف خیالی اور باریک معاملات اور افکار سے ہوتا ہے جن کا انسانی زندگی کے عملی مسائل سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا۔

''رہے شاعر! تو ان کے پیچھے بہکے ہوئے لوگ چلا کرتے ہیں۔ کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ وہ ہر وادی میں بھٹکتے ہیں'' (۱)

اس لیے شاعر جو کچھ کہتا ہے وہ بے ربطگی کا حامل ہوتا ہے۔ جذبات کے اظہار کی بنا پر شاعر کے نظریات میں ہم آہنگی اور ربط مفقود ہوتا ہے۔ مزید برآں شاعر کی عملی زندگی اور اس کے شاعرانہ خیالات میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ اس کی شاعری صرف اس کی سفلی جذبات کی آئینہ دار ہوتی ہے اور اس لیے شاعر کے لیے یہ ضروری نہیں ہوتا کہ وہ اپنے خیالات کو زندہ حقائق کے سانچے میں ڈھالے۔ ''اور پھر وہ (شعرا) وہ کچھ کیوں کہتے ہیں جو کہ وہ کرتے نہیں'' (۲)

دوسری طرف نبی ایک مصلح ہوتا ہے۔ وہ وہی کچھ کہتا ہے جو کہ وہ کرتا ہے اور وہی کچھ کرتا ہے جو کچھ وہ کہتا ہے۔ جس چیز کی وہ تبلیغ کرتا ہے اسے عملی سچائی کے سانچے میں بھی ڈھالتا ہے کیونکہ وہ اصلاحات کا موید ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں نبی کی تعلیمات کے مختلف اجزا میں مکمل ہم آہنگی اور یکجہتی پائی

جاتی ہے۔اس کا ہر پیغام اس کے سارے الہامات سے مکمل طور پر مرتبط ہوتا ہے۔اس لیے نبی کے پیغام میں نہ تو کوئی بے ربطگی پائی جاتی ہے اور نہ ہی اس میں کچھ فالتو یا زائد بات ہوتی ہے۔

آخر میں شعرا کے برعکس نبی کی سرگرمیوں کا اصل مقصد بنی نوع انسان کی اصلاح اور انہیں نیک بنانا ہوتا ہے۔انبیاء قومی تعصبات، طبقاتی کشمکش اور مادیت جیسی برائیوں سے انسانیت کو نجات دلاتے ہیں اور تمام انسانوں کو خدا کے ایک کنبہ کے طور پر مل جل کر اور صلح و آشتی سے رہنا سکھاتے ہیں۔انبیاء انسانی نسل کے مختلف طبقوں کے مابین امن استوار کرتے ہیں اور انسانوں کے درمیان ربط وضبط پیدا کرتے ہیں۔حرص و طمع، خودغرضی، مادی فوائد سے محبت، ہوسِ اقتدار ان تمام سفلی خواہشات کی تطہیر کی جاتی ہے اور ان کی جگہ انسان بے غرض اور خوفِ خدا رکھنے والے بندوں کی طرح رہنا سیکھتے ہیں جن کی سب سے بڑی خواہش یہ ہوتی ہے کہ انسانیت کی خدمت کی جائے اور انسانی معاشرے سے ظلم و جور اور بے راہ روی کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا جائے۔

کیا کوئی شاعر ایسا کرسکتا ہے؟ کیا شاعر اس قابل ہوسکتا ہے کہ وہ کسی بات کا اظہار اس طور سے کرے کہ وہ اس کی اپنی تعلیمات سے متصادم نہ ہو اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ ایسے لوگوں کو جو کہ اس کے اشعار پر پروانہ وار نثار ہوتے ہیں، کے کردار کو نیکی کی شمع سے منور کردے۔انسانی تاریخ اور تجربات اس امر کے شاہد ہیں کہ اس سوال کا جواب واضح طور پر اور لازماً نفی میں ہی ہوگا۔

یہ الزام کہ حضورﷺ شیطانی قوتوں کے زیر اثر تھے، کو بھی قرآن پاک نے مکمل طور پر رد کر دیا ہے۔یہ کس طرح ممکن ہے کہ ایک انسان جس پر شیطانی روح کا غلبہ ہو یا گھٹیا قسم کی فوق العادت قوت کا مالک ہو، وہ خالق حقیقی اور مخلوق کی راہ میں ایستادہ توہمات کے بت کو پاش پاش کرسکے۔وہ بت پرستی اور مادی گھٹن میں الہام کے مقدس اور متوازن خیال کو کس طرح بحال کرسکتا تھا۔اس معاشرہ کی اخلاقی تطہیر کا بیڑہ کس طرح اٹھا سکتا تھا جو کہ برائیوں اور گمراہیوں کی اتھاہ گہرائیوں میں گری پڑی تھی۔ وہ انسانیت کو ایک ایسا ضابطہ اخلاق کس طرح مرحمت فرما سکتا تھا جس کا مقصد نہ صرف انفرادی اصلاح تھا بلکہ سیاسیات، معاشیات، قانون اور اخلاقیات کی بھی اصلاح تھا۔جو شخص بھی حضورﷺ کی حیات

طیبہ اور اخلاقِ حمیدہ سے آشنا ہے اور آپ کی تعلیمات اور زندگی کے چلن سے واقف ہے وہ ماسوائے اس پاک ہستی کی تعظیم کے اور کچھ نہیں سوچ سکتا۔ کیا کسی شیطانی قوت کے زیرِ اثر شخص سے یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کا اس قدر قرب حاصل ہوگا۔ اسے اپنے مشن کی رفعت اور پاکیزگی کا اس قدر خیال ہوگا اور وہ اس کی راہ میں حائل شدید رکاوٹوں کے باوجود اسے کامیاب بنانے کے لیے شب و روز اس طرح کوشاں ہوگا۔ اپنے دوستوں کے اوصاف سے اس قدر آشنا ہوگا اور اپنے دشمنوں کی ہٹ دھرمی اور گھمنڈ سے بھی واقف ہوگا۔ دل و دماغ کے یہ گراں بہا اوصاف کسی ایسے شخص کی ذات میں ملنا محال ہیں جو کہ شیطانی قوتوں کے زیرِ اثر ہو۔ تاریخ کسی دوسرے ایک ایسے شخص کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے جس کے پیغام نے دنیا کی ایک انتہائی متوازن اور شریفانہ تہذیب کو جنم دیا۔ قرآن پاک فرماتا ہے:

''لوگو! کیا میں تمہیں بتاؤں کی شیاطین کس پر اترا کرتے ہیں؟ وہ ہر جعل ساز بدکار پر اترا کرتے ہیں۔ سنی سنائی باتیں کانوں میں پھونکتے ہیں اور ان میں سے اکثر جھوٹے ہوتے ہیں'' (۳)

اسی طرح قرآن اس امر کی بھی پُر زور تردید کرتا ہے کہ محمد ﷺ کسی ''جنّ'' کے زیرِ اثر بات کرتے تھے۔ کیا انہوں نے یہ خیال نہ کیا کہ ان کا رفیق کسی طرح بھی ''جن'' کے زیرِ اثر نہ تھا، وہ تو صرف ایک سیدھے سادے خبردار کرنے والے انسان تھے۔ یہاں رفیق سے مراد محمد ﷺ کی ذات گرامی ہے۔ قرآن پاک لوگوں کو یہ سوچنے کی دعوت دیتا ہے کہ ایسا انسان جو کہ خود غرضی اور ہوسِ اقتدار سے یکسر عاری تھا اور جس کی ساری زندگی خدا تعالیٰ کی تابعداری، فرمانبرداری میں بسر ہوئی، جو ہر دلعزیز شخصیت کا حامل تھا اور جو امانت و دیانت کا پیکر تھا اور جس نے نہ صرف زندگی کے ایک پہلو میں انسانیت کی رہنمائی کی بلکہ زندگی کے تمام شعبوں میں انسانوں کو سیدھی راہ دکھائی وہ کس طرح ''جنّ'' کے زیرِ اثر یہ عظیم کامیابی حاصل کر سکتا تھا۔ تاریخ کی ورق گردانی کیجیے اور دیکھیے کہ کیا شیطانی قوتوں کا حامل کوئی شخص اس قابل ہوا ہے کہ وہ اس قدر عظمت حاصل کر سکے جو کہ محمد ﷺ کو اپنی نبوت کے ۲۳ سال کی مختصر مدت میں حاصل ہوئی۔ آپ کا ظہور قدسی ایسی سرزمین اور لوگوں میں ہوا جو کہ کوئی

قابل فخر شاندار ماضی نہ رکھتے تھے۔ یہ صرف آپ ؐ کی ذات گرامی تھی جس نے ایسی قوم کو بامِ عروج پر پہنچایا، عظیم سلطنتوں کو پاش پاش کر دیا۔ مدت دراز سے قائم شدہ مذاہب کو ختم کر دیا اور لا تعداد مرد و خواتین کے کردار کو بدل کر ایک نئی دنیا ___ دنیائے اسلام کو جنم دیا۔ کیا کوئی ذی ہوش یہ خیال کر سکتا ہے کہ ایسا انقلاب جس نے نہ صرف دنیا کے نقشہ کو بدل کر رکھ دیا ہو بلکہ انسانی اخلاق کو بھی پاکیزہ تر بنایا ہو اور علم کی وسعتوں میں بھی اضافہ کیا ہو، وہ ایک ایسے انسان کا مرہون منت ہو سکتا ہے جو کہ ''جن'' کے فسوں کے زیر اثر ہو۔

یہ حقیقت کہ مخالفین کا اپنے الزامات کے معاملے میں بھی متفق الرائے نہ ہونا، بذاتِ خود ان الزامات کو جھوٹا قرار دینے کے لیے کافی ہے۔ یہ عقل و خرد سے عاری لوگ محض اس لیے حضور ﷺ کی ذات بابرکات پر کیچڑ اچھالتے ہیں کہ ممکن ہے ان کا کوئی الزام ہی کارگر ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنی تنقید کے معاملے میں کوئی ٹھوس اور یکساں طریق کار اختیار نہیں کر سکے۔ وہ اپنے اس ناپاک مقصد کے حصول کے لیے متضاد بہتان تراشتے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ آپ ؐ ایک شاعر تھے، کبھی آپ کے فرمان کو جوتشی اور جادوگر کی باتیں قرار دیتے تھے۔ یہ امر بلاشبہ اپنی جگہ حیران کن ہے کہ ایک ایسے شخص کو جو کہ غیر تعلیم یافتہ تھا اور جس کو قدیم مذہبی کتب کا کوئی علم نہ تھا، اللہ تعالیٰ نے اس اعزاز سے مشرف فرمایا کہ اس پر قرآن پاک نازل ہوا جو کہ اپنی بے مثال، پاکیزہ تر اور لطیف زبان اور برتر حیثیت کی بنا پر اپنے الہامی ہونے کے لیے بذات خود ایک ناقابلِ تردید ثبوت ہے۔

ایک الزام یہ بھی تھا کہ حضور ﷺ ایک عام انسان کی طرح بازاروں میں چلتے پھرتے تھے، آپ کے بیوی بچے تھے اور اس لیے آپ ؐ کی ذاتِ گرامی میں کوئی ایسی غیر معمولی اور فوق الفطرت بات نہ تھی جو کہ آپ کو عام انسانوں سے ممتاز کرتی اور آپ کے نبی ہونے پر دلالت کرتی۔

قرآن پاک میں بہ تفصیل اس امر سے بحث کی گئی ہے اور نتیجتاً یہ بیان کیا گیا ہے کہ انبیاء انسان کی رہنمائی کے لیے بھیجے جاتے ہیں وہ انسان ہوتے ہیں اور اس لیے کسی غیر معمولی قوت کے حامل نہیں ہوتے۔ قرآن پاک خود اس امر پر زور دیتا ہے کہ محمد ﷺ انسان تھے۔ ارشاد ہوتا ہے:

''اے محمد! کہو کہ میں ایک انسان ہوں تم جیسا، میری طرف وحی کی جاتی ہے، کہ تمہارا خدا بس ایک ہی خدا ہے''۔(۴)

''اے نبی! ان سے کہو، میں تو ایک بشر ہوں تم جیسا، مجھے وحی کے ذریعہ سے بتایا جاتا ہے کہ تمہارا خدا تو بس ایک ہی ہے۔ لہٰذا تم سیدھے اسی کا رخ اختیار کرو اور اس سے معافی چاہو''۔(۵)

قرآن پاک اس کی وجہ بھی بیان کرتا کہ کیوں نبی کی پیدائش صرف انسانوں میں ہی ہونی چاہیے۔ یہ اس لیے کہ نبی کو انسانیت کی رہنمائی کا فرض سونپا جاتا ہے اور یہ فریضہ صرف انسان ہی سرانجام دے سکتا ہے۔ چنانچہ اس فرض کی احسن ادائیگی کے لیے اسے ایک انسان کی طرح زندگی بسر کرنا ہوگی۔ زندگی کی مسرتوں سے لطف اندوز اور اس کی تکلیفات کو سہنا ہوگا تاکہ اس کے اردگرد کے انسان اس کے نقشِ قدم پر چل سکیں اور لوگ اس کی ذات میں دینداری اور پرہیزگاری کا ایک زندہ نمونہ پا سکیں۔ اس کی زندگی خالقِ کائنات کی صفات کا مظہر ہو۔ وہ انسانی زندگی کا مثالی نمونہ پیش کرتا ہو۔ یہ مقصد صرف اسی وقت حاصل ہوسکتا ہے جب نبی انسان ہو۔ اور اپنی عملی زندگی میں صالح سیرت کا مظاہرہ کرے۔ یہ صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ وہ بحیثیت انسان لوگوں کو صراط مستقیم دکھا سکے اور ان میں مذہب سے لگاؤ اور زہدو تقویٰ پیدا کر سکے۔

عرصہ دراز سے لوگوں میں یہ غلط فہمی پائی جاتی ہے کہ ایسے انسان کو جس کے پاس کوئی فوق الفطرت قوت نہ ہو، کبھی بھی خدا انسانیت کی اصلاح کا فرض تفویض نہیں کرسکتا۔ قرآن پاک اس غلط فہمی کو رد کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ فرشتے انسانی احساسات اور جذبات سے یکسر عاری ہوتے ہیں اس لیے وہ انسانوں کے لیے اچھے مصلح ثابت نہیں ہوسکتے۔ انسان صرف ایسے اعمال سے ہی سیکھ سکتا ہے جو کہ انسانی احساسات سے وابستہ ہوں اور انسانی زندگی کے مختلف مسائل سے دوچار ہوں۔ چنانچہ یہ صرف انسان ہی ہے جس کو یہ فرض سونپا گیا کہ وہ احکامِ الٰہی کو انسانوں تک پہنچائے اور خالق حقیقی کے احکام کے مطابق زندگی گزار کر اس کے عملی مضمرات کی انسانوں کے سامنے وضاحت کرے۔ انبیاء کے قول و فعل ہر لحاظ سے مثالی ہوتے ہیں کیونکہ ان کی زندگیاں اللہ تعالیٰ کی دوستی سے عبارت ہوتی ہیں۔

''لوگوں کے سامنے جب کبھی ہدایت آئی تو اس پر ایمان لانے سے ان کو کسی چیز نے نہیں روکا مگر ان کے اسی قول نے کہ کیا اللہ نے بشر کو پیغمبر بنا کر بھیج دیا۔ ان سے کہو اگر زمین میں فرشتے اطمینان سے چل پھر رہے ہوتے تو ہم ضرور کسی فرشتے ہی کو ان کے لیے پیغمبر بنا کر بھیجتے'' (۶)

مندرجہ بالا آیات صاف طور پر ظاہر کرتی ہیں کہ صرف انسان ہی اس قابل ہے کہ انسانوں کی رہنمائی کر سکے کیونکہ اسؐ کی زندگی عملی رہنمائی کا نمونہ پیش کرتی ہے۔ چونکہ یہ دنیا انسانوں کی بستی ہے اور اس لیے ان کی اصلاح کے لیے انبیاء کو انسانوں کے روپ میں بھیجا جاتا ہے۔ چنانچہ صرف انسان ہی اس عظیم فرض کو کامیابی سے نبھا سکتے ہیں۔ ارشاد ہوا :

''کہتے ہیں اس نبی پر کوئی فرشتہ کیوں نہ اتارا گیا۔ اگر کہیں ہم نے فرشتہ اتار دیا ہوتا تو اب تک کبھی کا فیصلہ ہو چکا ہوتا، پھر انہیں کوئی مہلت نہ دی جاتی۔ اور اگر ہم فرشتے کو اتارتے تب بھی اسے انسانی شکل ہی میں اتارتے''۔ (۷)

حضور ﷺ کے مخالفین کے پراپیگنڈہ کا ایک اور طریقہ یہ تھا کہ وہ حضور ﷺ کے الہامات کا تمسخر یہ کہہ کر اڑاتے تھے کہ یہ الہامات مکمل طور پر انسانی ذہن کی پیداوار ہیں۔ یہ یا تو حضور ﷺ کا کام ہے یا پھر حضور ﷺ کے نائبین کا کیا دھرا ہے یا پھر یہ قدیم مذہبی کہانیاں ہیں۔ قرآن پاک نے اس الزام کی پُرزور تردید ان الفاظ میں کی ہے:

''جن لوگوں نے نبی کی بات ماننے سے انکار کر دیا ہے، کہتے ہیں کہ فرقان ایک من گھڑت چیز ہے جسے اس شخص نے آپ ہی گھڑ لیا ہے اور کچھ دوسرے لوگوں نے اس کام میں اس کی مدد کی ہے۔ بڑا ظلم اور سخت جھوٹ ہے جس پر یہ لوگ اتر آئے ہیں۔ کہتے ہیں یہ پرانے لوگوں کی لکھی ہوئی چیزیں ہیں جنہیں یہ شخص نقل کراتا ہے اور وہ اسے صبح و شام سنائی جاتی ہیں۔ اے محمدؐ! ان سے کہو کہ اسے نازل کیا ہے اس نے جو زمین اور آسمان کا بھید جانتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ بڑا غفور رحیم ہے''۔ (۸)

اس الزام کو قرآن پاک کی کئی ایک دوسری آیات میں مختلف طریقے سے دہرایا گیا ہے۔ مثلاً

''ہمیں معلوم ہے یہ لوگ تمہارے متعلق کہتے ہیں کہ اس شخص کو ایک آدمی پڑھاتا ہے۔ حالانکہ ان کا اشارہ جس آدمی کی طرف ہے اس کی زبان عجمی ہے اور یہ صاف عربی زبان ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ اللہ کی آیات کو نہیں مانتے۔ اللہ کبھی ان کو صحیح بات تک پہنچنے کی توفیق نہیں دیتا اور ایسے لوگوں کے لیے دردناک عذاب ہے (جھوٹی باتیں نبی نہیں گھڑتا بلکہ) جھوٹ وہ لوگ گھڑ رہے ہیں جو اللہ کی آیات کو نہیں مانتے وہی حقیقت میں جھوٹے ہیں'' (۹)

قرآن پاک کی تعلیمات کو جھٹلانے کے سلسلے میں سب سے بڑا اعتراض یہی ہے اور یہ اعتراض اس قدر احمقانہ اور کھوکھلا ہے کہ اس پر غور کی بھی ضرورت نہیں۔ اشخاص جن کے نام اس سلسلے میں پیش کیے گئے وہ تھے جابر، یاسر، عائش، یاعش، قیس اور اویس۔ یہ سب حضرات طاقتور عرب مالکوں کے بے بس غلام تھے۔ یہاں یہ امر بلاشبہ حیران کن ہے کہ وہ اشخاص جن پر محمد ﷺ کو نبوت کی کارگری سکھانے کا الزام ہے یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے سب سے پہلے قرآن کے الہامی ہونے پر یقین کیا اور اپنے اس ایمان کی خاطر اپنے آقاؤں کے ہر ظلم وستم کو برداشت کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔

مزید برآں ان میں سے کوئی بھی نسلاً عربی نہ تھا بلکہ سب عجمی تھے جو کہ عرب کی منڈیوں میں غلاموں کے طور پر فروخت کیے گئے تھے۔ کیا یہ امر کچھ کم حیران کن ہے کہ وہ لوگ جو کہ نسلاً عربی تھے اس قابل ہو سکتے تھے کہ وہ قرآن پاک جیسی کتاب جس کی زبان انتہائی اعلیٰ وارفع اور فصیح ہے، جو کہ اپنے الفاظ کی بندش اور فقرات کے اعتبار سے منفرد حیثیت کی حامل ہے، جس کا اپنا ایک مخصوص اندازِ بیان ہے، جو آیات کے آغاز واختتام کا غیر معمولی اسٹائل رکھتی ہے اور جو خیالات کے بہاؤ، واقعات کا بیان، انتباہ اور دلائل کا ایسا انوکھا طریقہ رکھتی ہے، جس کی مثال انسانی تاریخ میں ملنا محال ہے، کو وضع کر سکتے۔ قرآن پاک باوجود مختلف نوعیت کے مضامین کا احاطہ کیے ہوئے ہونے کے، ترکیب وترتیب کا ایک عظیم اور حسین مرقع ہے۔ عرب تو صرف نثر یا شاعری سے آشنا تھے۔ ان کی نثر مقفیٰ اور غیر مقفیٰ میں منقسم تھی۔ دانشور اشعار میں اظہارِ خیال کرتے تھے، جہاں تک ان کی نثر کا تعلق ہے یہ عام لوگوں کے استعمال میں تھی۔ قرآن اس دور کی نثر اور شاعری سے بالکل مشابہ نہیں کیونکہ اس

کی آیات کا اختتام قافیہ بندی اور نثر کے ساج سے بالکل مختلف ہوتا ہے۔قرآن پاک نے بلاشبہ اظہار کا ایک منفرد ذریعہ رائج کیا ہے جو کہ عام انسان کی دسترس سے باہر ہے۔

ایک اور بے معنی اعتراض یہ ہے کہ محمدﷺ ایک ایسے شخص نہ تھے جن پر وحی نازل ہوتی۔وہ بالکل اس کے اہل نہ تھے۔عام عرب تو اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے کہ ایک ایسا انسان جس کی حیثیت ایک یتیم بچے سے زیادہ نہ تھی جس کے پاس امارت کے دکھاوے کے لیے کچھ نہ تھا۔اسے نبی کی حیثیت سے سرفراز کیا جا سکتا تھا۔ان کا خیال یہ تھا کہ نبوت سے صرف قبائل کے دولت مند سرداروں کو ہی نوازا جا سکتا ہے۔ارشاد ہوتا ہے:

''کہتے ہیں،اگر صرف اس قرآن کو نازل ہونا ہی تھا تو یہ دو شہروں (مکہ اور طائف) کے بعض بڑے آدمیوں پر نازل ہوتا'' (۱۰)

اس تنقید کے رد میں قرآن پاک فرماتا ہے کہ نبوت اللہ تعالیٰ کا خاص انعام ہے اور وہ ہی بہتر جانتا ہے کہ یہ کس کو ملنی چاہیے۔اس لیے کسی انسان کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اللہ کے انتخاب پر معترض ہو اور اللہ تعالیٰ سے اس امر کی سفارش کرے کہ وہ کس کو اس کے لیے منتخب کرے اور کس کو نظر انداز کرے۔

''کیا یہ وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے تقسیم کنندہ ہیں؟'' (۱۱)

منکرین کا کہنا یہ تھا کہ وہ اس وقت تک حضورﷺ کی نبوت پر یقین نہیں کریں گے تاوقتیکہ انہیں خود پیغمبرانہ تجربات حاصل نہ ہوں۔

''جب ان کے سامنے کوئی نشانی آتی ہے تو وہ کہتے ہیں،ہم نہ مانیں گے جب تک کہ وہ چیز خود ہم کو نہ دی جائے جو اللہ کے رسولوں کو دی گئی ہے''۔ (۱۲)

قرآن ایسے مطالبہ کو عجیب و غریب خیال کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی اس امر کا بہتر فیصلہ کر سکتا ہے کہ اس کے انعام کا حق دار کون ہے؟ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ اپنے پیغام کے اعلان کا فریضہ کس کو سونپے۔

''اور اسی طرح (اے محمدؐ) ہم نے اپنے حکم سے ایک روح تمہاری طرف وحی کی ہے تمہیں

کچھ پتہ نہ تھا کہ کتاب کیا ہوتی ہے اور ایمان کیا ہوتا ہے، مگر اس روح کو ہم نے ایک روشنی بنا دیا جس سے ہم راہ دکھاتے ہیں اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں۔ یقیناً تم سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کر رہے ہو"۔ (۱۳)

پھر سورہ جمعہ میں اس بات کی مزید وضاحت ان الفاظ میں کی گئی ہے۔

"وہی ہے جس نے امیوں کے اندر ایک رسول خود انہیں میں سے اٹھایا، جو انہیں اس کی آیات سناتا، ان کی زندگی سنوارتا اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ حالانکہ اس سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔ اور (اس رسول کی بعثت) ان دوسرے لوگوں کے لیے بھی ہے جو ابھی ان سے نہیں ملے یہ اس کا فضل ہے جسے چاہتا دیتا ہے"۔ (۱۴)

معجزات کا مطالبہ

مخالفین کا آخری گروہ ایسے لوگوں پر مشتمل ہے جو کہ یہ خیال کرتے ہیں کہ وحی کا حامل صرف وہی انسان ہو سکتا ہے جو کہ فوق الفطرت قوت رکھتا ہو۔ جب وہ محمد ﷺ کو دیکھتے تھے کہ وہ عام انسانوں کی طرح بازاروں میں چلتے پھرتے تھے، اپنے روزمرہ کے استعمال کی اشیا خریدتے تھے، سردیوں میں سرد جھونکوں سے اپنے آپ کو بچاتے تھے اور گرما کی جھلسا دینے والی گرمی سے اپنی حفاظت کا بندوبست کرتے تھے جس طرح کہ دوسرے انسانوں کا خاصہ ہے تو وہ آپ کو خدا کا نبی ماننے کے لیے تیار نہ ہوتے تھے کیونکہ وہ آپؐ میں کوئی غیر معمولی صلاحیت نہ پاتے تھے۔ ان کے نزدیک نبی کا مافوق ہونا ازبس ضروری تھا۔ اس لیے کفار حضورؐ کی نبوت کو شک کی نظر سے دیکھتے تھے اور کہتے تھے:

"کہتے ہیں، یہ کیسا رسول ہے جو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔ کیوں نہ اس کے پاس کوئی فرشتہ بھیجا گیا جو اس کے ساتھ رہتا اور (نہ ماننے والوں کو) دھمکاتا؟ اور کچھ نہیں تو اس کے لیے خزانہ ہی اتار دیا جاتا، یا اس کے پاس کوئی باغ ہی ہوتا، جس سے یہ (اطمینان کی) روزی حاصل کرتا؟ اور ظالم کہتے ہیں کہ تم لوگ تو ایک سحر زدہ آدمی کے پیچھے لگ گئے ہو"۔ (۱۵)

سورۂ بنی اسرائیل میں محمد ﷺ میں فوق الفطرت نشانیوں کا تقاضا اور بھی زیادہ شدید ہے۔

''انہوں نے کہا، ہم تیری بات نہ مانیں گے جب تک کہ ہمارے لیے زمین کو بھاڑ کر ایک چشمہ جاری نہ کردے یا تیرے لیے کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ پیدا ہو اور تو اس میں نہریں رواں کردے۔ یا تو آسمان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہمارے اوپر گرا دے جیسا کہ تیرا دعویٰ ہے یا خدا اور فرشتوں کو رودررو ہمارے سامنے لے آئے یا تیرے لیے سونے کا ایک گھر بن جائے یا تو آسمان پر چڑھ جائے اور چڑھنے کا بھی ہم یقین نہ کریں گے جب تک تو ہمارے اوپر ایک ایسی تحریر نہ اتار لائے جسے ہم پڑھیں''۔(۱۶)

محمد ﷺ کی نبوت پر اعتراضات اگر چہ متعدد ہیں لیکن ان اعتراضات میں سے ایک الزام یکساں ہے اور وہ یہ کہ حضور ﷺ کے پاس فوق الفطرت قوت کا ہونا ضروری تھا جس سے وہ جب چاہیں فطری عمل کو معطل یا توڑ سکیں۔ ان اعتراضات کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ سے فرمایا۔

''اے محمدؐ! ان سے کہو، پاک ہے میرا پروردگار! کیا میں ایک پیغام لانے والے انسان کے سوا کچھ اور ہوں''۔(۱۷)

مندرجہ بالا آیت میں انتہائی خوب صورتی سے وضاحت کی گئی ہے کہ حضور ﷺ ایک خبر دار کرنے والے انسان تھے اور اس لیے فوق الفطرت قوت کے مالک نہ تھے۔ زمین کو پھاڑ کر چشمہ جاری کرنا، دریا رواں کرنا، آسمان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے گرانا، سونے کا گھر بنانا، ایک سچے نبی ہونے کے ضروری لوازمات نہیں۔ اس کے برعکس سچے نبی کی خصوصیت یہ ہیں کہ وہ انتہائی نیک اور صالح ہو، راست باز ہو، دیانت دار ہو، بے داغ اور شاندار اخلاق کا حامل ہو، پاک باز ہو، پاک دامن ہو، باعصمت اور باعفت ہو، بے غرض اور انسانیت سے محبت رکھتا ہو اور اللہ تعالیٰ کی پیروی کرنے والا ہو۔

قرآن پاک میں اس بارے میں کئی ایک جگہ اس بات کا ذکر آیا ہے۔ پہلی بات تو یہ کہ معجزات نبی کے ہاتھ میں نہیں ہوتے۔

''کسی رسول کی بھی یہ طاقت نہ تھی کہ اللہ کے اذن کے بغیر کوئی نشانی لے آتا۔ پھر جب اللہ کا حکم

آ گیا تو حق کے مطابق فیصلہ کر دیا گیا اور اس وقت غلط کار لوگ خسارے میں پڑ گئے"۔(۱۸)

نبی پاکؐ خود اقرار کرتے ہیں کہ وہ معجزہ صفت شخصیت کے حامل نہیں اور اس لیے وہ اپنی مرضی سے معجزات نہیں دکھا سکتے کیونکہ یہ اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہی حاصل ہے۔ انہوں نے نہایت صاف الفاظ میں بیان کیا کہ نبی صرف اللہ کا پیغمبر ہوتا ہے جو کہ ایمانداری سے اپنے آقا کے احکام بجالاتا ہے۔

"اے محمدؐ! ان سے کہو، میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں۔ نہ میں غیب کا علم رکھتا ہوں اور نہ میں یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں میں تو صرف اس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو مجھ پر نازل کی جاتی ہے"۔(۱۹)

"اے محمدؐ! ان سے کہو کہ میں اپنی ذات کے لیے کسی نفع اور نقصان کا اختیار نہیں رکھتا۔ اللہ ہی جو کچھ چاہتا ہے وہ ہوتا ہے اور مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ میں تو محض ایک خبردار کرنے والا اور خوشخبری سنانے والا ہوں ان لوگوں کے لیے جو میری بات مانیں"۔ (۲۰)

معجزات کے تقاضا کے جواب میں اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے کہ محمد ﷺ کی غیر معمولی پاک زندگی اور بے مثال کتاب جس کا ان پر نزول ہوا بذات خود دو ایسے معجزات ہیں جو کہ آپ ﷺ کے نبوت کے دعویٰ کی تصدیق کرتے ہیں۔ کیا یہ کم معجزہ ہے کہ ایک بے یارومددگار انسان جس کے پاس کوئی مادی وسائل نہ تھے، جو سالہا سال تک لوگوں کی شدید نفرت کا نشانہ بنا رہا، جو ایسے مشن کی کامیابی کے لیے سرگرداں تھا جس سے اس کی اپنی کوئی غرض وابستہ نہ تھی اور جب لوگ اس کے اردگرد جمع ہونے شروع ہو گئے تو اس نے انہیں اپنا غلام بنانے کی بجائے یہ ترغیب دی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ ریز ہو جائیں جو کہ کل کائنات کا مالک اور پالنے والا ہے، پھر اس شخص جو کہ غیر تعلیم یافتہ تا، نے لوگوں کو ایسی کتاب دی جو کہ سراپا رشد و ہدایت ہے، جو کہ انسانی زندگی سے وابستہ قوانین کا ایک نادر مجموعہ ہے، جو عبادت اور اخلاق کا ایک ضابطہ ہے اور آج بھی انسانی نسل کا ایک بہت بڑا حصہ اس کی تعظیم کرتا ہے اور اسے سچائی کا ایک اعجاز خیال کرتا ہے۔ بلاشبہ یہ بہت بڑے معجزات ہیں اور ان

معجزات میں شک کی کوئی گنجائش نہیں۔قرآن اس چیز پر زور دیتا ہے:

''یہ لوگ کہتے کہ کیوں نہ اتار دی گئیں اس شخص پر نشانیاں اس کے رب کی طرف سے؟ اس سے کہو،نشانیاں تو اللہ کے پاس ہیں اور میں صرف خبردار کرنے والا ہوں کھول کھول کر،اور کیا ان لوگوں کے لیے یہ (نشانی) کافی نہیں ہے کہ ہم نے تم پر کتاب نازل کی جو انہیں پڑھ کر سنائی جاتی ہے۔درحقیقت اس میں رحمت ہے اور نصیحت ان لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں''(۲۱)

ان آیات میں قرآن حکیم کو حضرت محمد ﷺ کا بہت بڑا معجزہ قرار دیا گیا ہے جو کہ الہامی زبان میں نازل ہوا۔کیا اس سے بڑا معجزہ کوئی اور ہوسکتا ہے؟ اور کیا آپ اس سے بڑے معجزے کا تقاضا کرسکتے ہیں؟۔

قرآن مجید مزید فرمایا ہے کہ محمد کا ظہور غیر متوقع نہ تھا۔تمام انبیاء اور الہامی کتب آپ کے ظہور قدسی کی خبر دیتی ہیں،آپ کی مدح سرائی کرتی ہیں اور اپنے پیروکاروں کو آپ ﷺ کی اطاعت کی ہدایت کرتی ہیں۔

''کیا ان (اہلِ مکہ) کے لیے یہ کوئی نشانی نہیں ہے کہ اسے علماء اسرائیل جانتے ہیں''(۲۲)

''وہ کہتے ہیں کہ یہ شخص اپنے رب کی طرف سے کوئی نشانی (معجزہ) کیوں نہیں لاتا؟ اور کیا ان کے پاس اگلے صحیفوں کی تمام تعلیمات کا بیان واضح نہیں آ گیا'' (۲۳)

قرآن پاک نے اس حقیقت کی بھی نشاندہی کی ہے کہ کفار کا معجزات کے لیے مطالبہ نیک نیتی پر مبنی نہ تھا بلکہ وہ محمد ﷺ اور آپ کے ماننے والوں کے بارے میں فضول باتیں کر کے ان کو ذہنی کوفت پہنچانا چاہتے تھے۔تمام شکوک وشبہات کے باوجود جب لوگ دین حق کی طرف کھنچے چلے جارہے تھے تو ان کا مفاد آڑے آتا تھا۔انہیں یہ کسی صورت بھی گوارا نہ تھا کہ اپنا مذہب ترک کردیں کیونکہ ایسا کرنے سے وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ وہ استحصال کے سارے ذرائع اور مواقع کھودیں گے۔انہیں اچھی طرح اس بات کا احساس تھا کہ دین اسلام قبول کرنے سے انہیں اپنے عیش وعشرت

اور مادی مفادات پر کئی پابندیاں قبول کرنا پڑیں گی جن سے وہ غیر اخلاقی اور ناجائز ذرائع سے عرصہ دراز سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔

قرآن پاک میں کئی ایک مثالیں آئی ہیں کہ جب انبیاء نے معجزات دکھائے تو ہٹ دھرم اور ضدی کفار نے انہیں یہ کہہ کر رد کر دیا کہ یہ تو سوائے جادو کے کرشمہ کے اور کچھ نہیں۔

''مگر جب ہماری کھلی کھلی نشانیاں ان لوگوں کے سامنے آئیں تو انہوں نے کہا کہ یہ تو کھلا جادو ہے۔انہوں نے سراسر ظلم اور غرور کی راہ سے ان نشانیوں کا انکار کیا حالانکہ دل ان کے قائل ہو چکے تھے۔اب دیکھ لو کہ ان مفسدوں کا انجام کیا ہوا؟'' (۲۴)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ وجہ بتلائی ہے کہ کفار کیوں حلقہ بگوشِ اسلام نہ ہوتے تھے۔یہ محض ان کی ہٹ دھرمی تھی جو کہ انہیں سیدھے راستے سے دور رکھتی تھی۔کفار کی ہٹ دھرمی کا یہ حال تھا کہ حضور ﷺ کے اشارہ پر اللہ تعالیٰ نے چاند کو دو ٹکڑے کر دیا تو انہوں نے اس پر کوئی توجہ نہ دی اور اس کو یکسر نظر انداز کر دیا کہ یہ تو محض جادوگری کا کرشمہ ہے۔

''قیامت کی گھڑی قریب آ گئی اور چاند پھٹ گیا مگر ان لوگوں کا حال یہ ہے کہ خواہ کوئی نشانی دیکھ لیں منہ موڑ جاتے ہیں اور کہتے ہیں یہ تو چلتا ہوا جادو ہے۔انہوں نے (اس کو بھی) جھٹلا دیا اور اپنی خواہشاتِ نفس ہی کی پیروی کی۔ہر معاملہ کو آخر کار ایک انجام پر پہنچ کر رہنا ہے''۔(۲۵)

قرآن پاک مزید وضاحت کرتا ہے کہ چونکہ کفار ہٹ دھرم تھے اور کوتاہ نظر تھے اس لیے وہ صحیح اور غلط میں تمیز نہ کر سکے۔اللہ تعالیٰ کے مظاہر کا ان پر کوئی اثر نہ تھا کیونکہ وہ اپنی اس ہٹ دھرمی اور گھمنڈ کی وجہ سے جو کہ انہوں نے رسولِ خدا کے بارے میں روا رکھا ہوا تھا کی وجہ سے عقل سے یکسر عاری ہو چکے تھے۔

''لوگوں کا حال یہ ہے کہ ان کے رب کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی ایسی نہیں جو ان کے سامنے آئی ہو اور انہوں نے اس سے منہ نہ موڑ لیا ہو''۔ (۲۶)

ایک اور جگہ قرآن پاک کفار کی ہٹ دھرمی کو ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:

''اے پیغمبرؐ! اگر ہم تمہارے اوپر کوئی کاغذ میں لکھی لکھائی کتاب بھی اتار دیتے اور لوگ اپنے ہاتھوں سے چھو کر بھی دیکھ لیتے تب بھی جنہوں نے حق کا انکار کیا ہے وہ یہی کہتے کہ یہ تو صریح جادو ہے''۔(۲۷)

متذکرہ بالا شکوک وشبہات کے علاوہ حضورﷺ کی نیت پر بھی شک کا اظہار کیا گیا۔ کفار نے یہ بھی ناکام کوشش کی کہ حضورﷺ کا مذہبی مشن جس کے بارے میں آپ کا دعویٰ ہے کہ اس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا مادی مفادات سے زیادہ کچھ نہیں۔ آپﷺ اپنے ان مذہبی ہتھکنڈوں سے ان پر طاقت اور غلبہ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ قرآن پاک ان الزامات کو رد کرتے ہے اور بار بار اس امر پر زور دیتا ہے کہ محمدﷺ خبردار کرنے والے انسان تھے اور آپ کا مقصد محض انسانوں کو انتباہ کرنا تھا اور اس میں ان کا اپنا کوئی مفاد پوشیدہ نہ تھا۔

''اگر میں نے تم سے کوئی اجر مانگا ہے تو وہ تم ہی کو مبارک رہے۔ میرا اجر تو اللہ کے ذمہ ہے اور وہ ہر چیز پر گواہ ہے''۔ (۲۸)

حضورﷺ کی سیرت پاک اور حیات طیبہ کا مصدقہ ریکارڈ ظاہر کرتا ہے کہ اہلِ مکہ کو یہ احساس اچھی طرح ہو چکا تھا کہ محمدﷺ اپنے مشن میں کامیاب ہو جائیں گے اس لیے وہ حضورﷺ کو اکثر بیشتر حیلوں بہانوں سے تنگ کرتے رہتے تھے۔ ایک دن مکہ کے بعض آدمی کعبہ کے اردگرد جمع ہوئے اور آپﷺ کو بلا بھیجا۔ جب آپﷺ تشریف لائے تو آپ سے مخاطب ہوئے۔

''ہم نے عرب کا کوئی دوسرا آدمی ایسا نہیں دیکھا جو کہ قوم کے لیے اتنی بڑی تباہی لایا ہو جتنی کہ آپﷺ لائے ہیں۔ آپﷺ نے ہمارے خداؤں اور مذہب کی توہین کی ہے اور ہمارے آباؤ اجداد اور دانشوروں پر بداخلاقی اور غلط کاری جیسے الزامات لگائے ہیں اور اس طرح ہماری صفوں میں رخنہ ڈال دیا ہے۔ آپﷺ نے ہمارے تعلقات میں کشیدگی پیدا کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ اگر آپ نے یہ سب کچھ دولت حاصل کرنے کے لیے کیا ہے تو ہم مل کے آپ کو مالا مال کر

دیں گے اور اتنی دولت دیں گے کہ کسی قریشی کے پاس اتنی نہ ہوگی۔ اگر آپ ﷺ کی خواہش ہو تو ہم آپ ﷺ کو اپنا سردار بنالیں گے۔ اگر آپ ﷺ بادشاہت کی خواہش کرتے ہیں تو ہم آپ کو یہ بھی دینے کے لیے تیار ہیں۔ اگر آپ ﷺ کسی بدروح کے غلبہ میں ہیں اور آپ ﷺ اس سے نجات حاصل نہیں کر سکتے تو ہم ایسے ماہرین کی خدمات حاصل کرلیں گے جو کہ آپ ﷺ کو صحت یاب کر دیں گے"۔

کیا آپ لوگ سب کچھ کہہ چکے ہیں؟ حضور ﷺ نے دریافت فرمایا اور جب انہوں نے اثبات میں جواب دیا تو حضور ﷺ نے فرمایا

"میں آپ کی طرف سے پیش کی جانے والی کسی چیز کا طلبگار نہیں ہوں۔ میں جو کچھ آپ کے لیے لایا ہوں اس کے بدلے میں کچھ نہیں چاہتا خواہ یہ دولت ہو، اعلیٰ مرتبہ ہو، یا بادشاہت ہو۔ میں آپ کی طرف اللہ کا نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں اور آپ کو خبردار کرنے کے لیے آیا ہوں۔ میں نے آپ کو اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیا ہے جو کہ آپ کے لیے ماسوائے ایک اچھی چیز کے اور کچھ نہیں۔ اگر تم اسے قبول کرتے ہو تو میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ اس دنیا میں فائدے میں رہو گے اور آخرت میں بھی سرخرو ہو گے۔ اگر تم اس کا انکار کرو گے تو میں ثابت قدم رہوں گا اور اللہ تعالیٰ کے فیصلے کا انتظار کروں گا"۔

کفار مکہ اور حضور ﷺ کے درمیان ہونے والی متذکرہ بالا گفتگو سے یہ امر روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتا ہے کہ وہ کیوں حضور ﷺ کی مخالفت پر تلے ہوئے تھے۔ اسلام کی مخالفت کی اصل وجہ یہ تھی کہ ان کے اپنے مفادات خطرے میں پڑ گئے تھے اور وہ دین اسلام کے سیاسی اور معاشی مضمرات سے خوف زدہ تھے۔

(بشکریہ ماہنامہ محدث (لاہور) رسول مقبول نمبر، ربیع الاول والآخر ۱۳۹۶ھ)

☆☆☆☆☆☆

حواشی

۱۔ الشعراء/۲۲۴۔۲۲۵
۲۔ الشعراء/۲۲۶
۳۔ الشعراء/۲۲۱۔۲۲۳
۴۔ الکہف/۱۱۰
۵۔ فصلت/۶
۶۔ الاسراء/۹۵۔۹۴
۷۔ الانعام/۹۔۸
۸۔ الفرقان/۶،۵،۴
۹۔ النحل/۱۰۳۔۱۰۶
۱۰۔ الزخرف/۳۱
۱۱۔ الزخرف/۳۲
۱۲۔ الانعام/۱۲۴
۱۳۔ الشوریٰ/۵۲
۱۴۔ الجمعۃ/۲۔۴
۱۵۔ الفرقان/۸،۷
۱۶۔ الاسراء/۹۰۔۹۳
۱۷۔ الاسراء/۹۳
۱۸۔ المؤمن/۷۸
۱۹۔ الانعام/۵۰
۲۰۔ الاعراف/۱۸۸
۲۱۔ العنکبوت/۵۰۔۵۱
۲۲۔ الشعراء/۱۹۷
۲۳۔ طٰہٰ/۱۳۳
۲۴۔ النحل/۱۳۔۱۴
۲۵۔ القمر/۱۔۳
۲۶۔ الانعام/۴
۲۷۔ الانعام/۷
۲۸۔ سبا/۴۷